رِحم کرائے پر لینے کی شرعی حیثیت

ڈاکٹر نور احمد شاہتاز

یورپ کا لادین طبقہ انسانی قدروں کو مٹانے اور اسلامی معاشرتی نظام کو درہم برہم کرنے کے درپے ہے چنانچہ وہ ہر ایسا اقدام کر رہا ہے جس سے تکریم انسان ختم اور توہین انسان عام ہو۔ چنانچہ اس نے بے اولاد لوگوں سے ہمدردی کے جذبے کے خوبصورت سلوگن کے تحت متبادل ماؤں، کرائے کے رحموں یا کرائے کے پیٹوں کو رواج دیا ہے۔

تاجیر الارحام یا پیٹ کرائے پر حاصل کرنے یا کرائے کی ماؤں کا معاملہ اسلامی و انسانی اقدار کے سراسر منافی ہے۔ آسان لفظوں میں اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی شخص کی بیوی مریضہ ہے اور وہ اولاد نہیں جن سکتی مگر اس میں تولیدی جراثیم موجود ہیں تو اس کے جرثومے (جنہیں سائنسی زبان میں انڈے کہا جاتا ہے) حاصل کر کے اس عورت کے شوہر کے مادہ منویہ سے ملا کر کسی دوسری عورت کے رحم میں داخل کر دیئے جائیں اور یوں اس دوسری عورت کے رحم میں نطفہ قرار پکڑے اور بچے کی ولادت سے قبل کے تمام مراحل اس عورت کے رحم میں مکمل ہوں اور جب بچہ رحم میں مکمل نشوونما پا کر پیدا ہو تو یہ اس مرد و عورت کے سپرد کر دیا جائے جن کے جرثومے حاصل کر کے آمیزش کے بعد اس دوسری عورت کے رحم میں داخل کئے گئے تھے۔

اس طرح اولاد پہلی عورت کی ہو اور دوسری عورت کو استقرارِ حمل سے تولید جنین تک کے عرصہ کی تکالیف کا معاوضہ ادا کر دیا جائے۔ اس عمل کو تاجیر الرحم کہا جا سکتا ہے۔ یورپ میں اپنے رحم کرائے پر دینے والی عورتوں کو متبادل ماں کا نام بھی دیا جا رہا ہے۔ اس صورتحال نے جو مسائل پیدا کئے ہیں وہ متعدد اور مختلف النوع ہیں مثلاً:

- مرد کے مادہ منویہ اور عورت کے جرثومہ (انڈے) حاصل کرنے کا عمل اور فطری طریقہ سے ہٹ کر ان کو کسی دوسری خاتون کے رحم میں منتقل کرنا۔
- دوسری خاتون کے غیر شادی شدہ ہونے کی صورت میں مترتب ہونے والے احکام۔
- دوسری خاتون کے شادی شدہ ہونے کی صورت میں (اس امانت کی حاملہ ہونے کے بعد)

اپنے شوہر سے قربت (ملاپ) اور اس اختلاط کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے مسائل۔

- دوسری خاتون اگر پہلی کی رشتہ دار، بہن یا ماں وغیرہ ہو تو اس صورت میں پیدا ہونے والے مسائل۔
- بچے کی ولادت پر اس کے ثبوتِ نسب کا معاملہ کہ وہ بچہ کس کا کہلائے گا پہلی عورت کا یا دوسری کا۔ اسی طرح وہ کس مرد کی میراث پائے گا پہلے باپ کی جس کا وہ نطفہ ہے یا دوسرے باپ کی (جس کی بیوی نے اسے اپنے رحم میں نشو و نما کے عمل سے گزار کر ولادت اور جنم دیا)۔
- خود اس دوسری عورت کی معاشرہ میں حیثیت اور احترامِ آدمیت کے معاملات۔
- رحم کرائے پر فراہم کرنے والی عورت نے اگر ایک سے زائد خاندانوں کے مردوں کو اپنا رحم بچوں کی ولادت کے لئے پیش کیا ہو اور اس طرح اس نے متعدد بچوں کو جنم دیا ہو تو ان کے آپس میں رشتوں اور تعلق کا معاملہ۔

اس طرح کے متعدد مسائل اس ایک غیر فطری عمل کے نتیجہ میں پیدا ہوں گے۔ مگر ہم پہلے اس عمل یعنی کرائے پر رحم لینا یا کرائے پر رحم پیش کرنے کے معاملہ پر گفتگو کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک عزت و تکریم بخشی ہے، اس کا اظہار خالق نے اپنی مقدس کتاب قرآن مبین میں یوں فرمایا:

> وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ آدَمَ وَ حَمَلْنَاهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلاً ۝ (بنی اسرائیل: ۷۰)
>
> یعنی: بیشک ہم نے شرف عطا کیا اولادِ آدم کو اور ہم نے انہیں سوار کیا خشکی اور تری میں اور پاکیزہ چیزوں سے انہیں رزق دیا اور ہم نے انہیں بہت سی ایسی چیزوں پر فضیلت دی (واضح فضیلت) جنہیں ہم نے پیدا کیا۔

دوسری جگہ فرمایا:

> وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ (لقمٰن: ۱۴)
>
> یعنی: ہم نے انسان کو اس کے والدین کے بارے میں (نیکی کا) حکم دیا۔ اس کی ماں نے اسے پیٹ میں اٹھایا، کمزوری پر کمزوری برداشت کرتے ہوئے۔

گویا انسانی کرامت یا عزت و تکریم عطیۂ ربانی ہے۔ اور اسے ضائع کرنے یا اسے مجروح کرنے کا عمل اس عطائے خداوندی کی ناقدری اور اس کی منشاء (کہ انسان صاحب کرامت

ہو) کے خلاف ہے۔ اسلام نے اسی عزت وتکریم کو مقاصدِ شریعت میں نمایاں کیا ہے اور حفظِ نسل کو مقاصد شریعت میں سے ایک اہم مقصد قرار دیا ہے۔ چنانچہ اسلام جہاں سائنسی ترقی کی راہیں سمجھاتا اور آفاق و انفس میں غور وفکر کی دعوت دیتا ہے وہیں وہ اس ترقی وتحقیق کے نتائج کے حصول کو اخلاقی ضوابط کا پابند کرتا ہے تاکہ خلیفۃ اللہ فی الارض تحقیق وجستجوئے خوب تر میں کہیں اپنے منصب اصلی سے گر کر کوئی قدم نہ اٹھا بیٹھے۔ چنانچہ حفظِ نسب کو دوسرا بڑا مقصد شریعت قرار دیتے ہوئے انسان کو اس کے حفظ کے طور طریقے قرآن میں سمجھا دیئے گئے اور نسب کی روائے طاہر کو تار تار کرنے کی کوششوں کا سدباب سد ذرائع سے مہیا کر دیا۔ چنانچہ اس خالق کریم نے براہ راست تو یہ فرمایا:

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ٥ (الفرقان: ۵۴)

کہ وہی ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا پھر اس کے لئے نسب اور سسرال (کا رشتہ) بنایا۔

اور بواسطہ انسانِ کامل صلی اللہ علیہ وسلم یہ پیغام دیا:

اَلْوَلَدُ لِلْفِرَاشِ وَ لِلْعَاهِرِ الْحَجَرِ (حدیث)

یعنی: بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا، اور زانی کے لئے پتھر ہیں۔

چنانچہ زوجین کے ملاپ سے پیدا ہونے والی اولاد کو جائز اور حلال قرار دیا جبکہ بلا نکاحِ شرعی کسی اختلاطِ غیر شرعی کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی اولاد کو ناجائز اور حرام ٹھہرایا۔ البتہ اس میں گنجائش یہ رکھی کہ زوجین اگر جماع پر قادر نہ ہوں یا قدرت کے باوجود استقرارِ حمل ممکن نہ ہو اور جرثومہ ہائے تولید ہر دو کے تندرست ہوں تو انہیں خارجی طور پر مکس کر کے رحم زوجہ میں مصنوعی طریقہ سے منتقل کرنے سے جو اولاد ہوگی وہ بھی جائز۔ جیسا کہ فقہاءِ کرام کی عبارات وتصریحات سے واضح ہے (اور اس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ''کلوننگ کی شرعی حیثیت'' میں بیان کی ہے)۔ اگرچہ اس میں فی زمانہ دھوکہ کا احتمال بھی ہے اور شک و ارتیاب کی گنجائش بھی کہ اطباء کسی اور کا مادہ ممزوج (Mix) کر کے داخل رحم کر دیں، اسی لئے ذمہ دار فقہاء نے اسے مشروط طور پر جائز رکھا ہے اور اس کی شرائط میں ایک شرط ان اطباء کا مسلم مومن اور دیانتدار ہونا بھی ہے۔ جو یہ خدمت انجام دیں۔ یہ صورت تو ٹیسٹ ٹیوب بے بی کے کیس کی ہے مگر زیر بحث معاملہ اس سے دو قدم آگے کا ہے۔ یعنی یہ کہ ایک میاں بیوی کے جرثومے مصنوعی طریقہ سے کسی اور عورت کے رحم میں منتقل کرنا

اور ان جرثوموں سے اس عورت کے رحم میں بچے کی نشو ونمو کا عمل مکمل ہو کر بچے کی ولادت ہونا۔ یہ عمل شرعاً جائز نہیں اور اس کے عدم جواز کے اسباب و وجوہ اس کی متعدد قباحتوں کی بناء پر ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ (الدھر: ۲)

کہ ہم نے انسان کو پیدا کیا ایک مخلوط نطفہ سے۔

اور مخلوط نطفہ میں جس مرد و عورت کے جرثومے شامل ہیں وہی دراصل ماں باپ ہونے چاہئیں۔ جبکہ ایک دوسری آیت میں ہے:

''اِنْ اُمَّهَاتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِیْ وَلَدْنَهُمْ ط''

کہ بے شک ان کی مائیں وہ ہیں جنہوں نے انہیں جنم دیا۔

پھر ارشادِ باری ہے:

وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰی وَهْنٍ (لقمٰن: ۱۴)

کہ ہم نے انسان کو والدین کے (حقوق کے) معاملہ میں نصیحت کی کہ اس کی ماں نے اسے تکالیف پر تکالیف برداشت کر کے (بصورت حمل) اٹھائے رکھا۔

اور حدیث شریف پہلے ذکر کی جا چکی ہے کہ

''الولد للفراش و للعاھر الحجر''

تو اس طرح بچہ اس عورت کا قرار پائے گا جس کے رحم میں اس نے نطفہ سے علقہ، علقہ سے مضغہ، مضغہ سے عظام اور عظام پر لحم و روح پانے کے مراحل طے کئے اور پھر اس کی ایک کامل انسان کی صورت میں ولادت ہوئی۔ اور از روئے حدیث مذکور بھی وہ صاحبِ فراش کا یعنی اس مرد کا بیٹا ہوگا جس کی بیوی کے رحم میں اس کی پرورش ہوئی اور جس نے اسے جنم دیا۔
یوں حفظِ نسب کا معاملہ الجھ جائے گا۔

۲۔ پھر جیسا کہ ہم نے شروع میں کہا اگر وہ عورت جس کے رحم میں نطفہ منتقل کیا گیا اس کا شوہر اس کے بعد اس سے ازدواجی معاملہ (جماع) کرے گا تو ممکن ہے کہ منتقل شدہ نطفہ کسی بھی وقت ضائع ہو کر اس کا اپنی بیوی سے امشاج تیار ہو کر قرار پکڑے۔ اب نزاع اس پر ہوگا کہ

بچہ پہلی عورت و مرد کا ہے یا دوسرے جوڑے کا۔

۳۔ اگر کرائے کا رحم کسی غیر شادی شدہ عورت کا ہو تو تصور کیجئے کہ استقرارِ حمل سے وضع حمل تک کے عرصہ میں ایک اسلامی معاشرہ میں اس لڑکی کی حیثیت کیا ہوگی اور بصورتِ ولادت اس کے بارے میں کیا رائے قائم کی جائے گی؟ اور وہ ایک بن بیاہی ماں کی حیثیت سے اپنی فطری کرامت یا تکریم کو کس طرح کھو بیٹھے گی۔

۴۔ اگر کرائے کا رحم پیش کرنے والی عورت ایک سے زائد مرتبہ یہ عمل کرے گی تو اس کے رحم سے پیدا ہونے والے بچوں کی رشتہ داریاں ان کی لاعلمی میں قائم ہو جانے کی صورت میں یا ان کے علم میں ہونے کے باوجود قائم ہونے پر ایک نیا فتنہ پیدا ہوگا۔

۵۔ کرائے کا رحم پیش کرنے والی عورت سے جنم لینے والا بچہ کس کی میراث پائے گا؟ اپنے جرثومے اور امشاج والے ماں باپ کی یا جنم دینے والے جوڑے کی؟

علیٰ ھذا القیاس متعدد معاشرتی مسائل جنم لیں گے اور اسلام کا حفظِ نسب و حفظ نسل کا مقصد فوت ہو جائے گا۔ ان دو مقاصد کو قصداً نظر انداز کر کے خلافِ شریعت اس عمل کو اختیار کرنا حدود اللہ سے تجاوز کے زمرے میں آتا ہے، لہٰذا سدِ ذرائع کی حکمت و منفعت کے پیش نظر علیٰ وجہ الاحتیاط اس عمل کو حرمت کا درجہ حاصل ہوگا۔ اس میں ذرا سی لچک اور جھول بھی انسانی تکریم کے خلاف ایک پنڈورا بکس کھول دے گی پھر کرائے کی مائیں، کرائے کے رحم اور نطفوں کی خرید و فروخت کا کاروبار فروغ پائے گا۔ جس کے شوہر کے جرثومے مردہ ہوں وہ کسی اور کے جرثومے لے کر اولاد حاصل کر لے اور جس عورت کے بویضات (انڈے) ناکارہ ہوں اس کا شوہر کسی دوسری عورت سے یہ بویضات حاصل کر کے کام چلا لے۔

مجمع البحوث الاسلامیہ قاہرہ (مصر) نے اس مسئلہ پر طویل غور و خوض کے بعد جو فتویٰ جاری کیا ہے اس میں تاجیر ارحام کو حرام قرار دیتے ہوئے مصری حدود میں ایسے کسی بھی آپریشن کی اجازت دینے پر پابندی عائد کرنے اور اس فعل کے مرتکب افراد کو سزا دینے کی سفارش کی گئی ہے۔

راقم کے خیال میں تاجیر ارحام کو اگرچہ زنا سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی تاہم اس آپریشن میں کئی قباحتیں ایسی موجود ہیں جو تکریم نسواں اور احترام آدمیت کے صریح خلاف ہیں۔ مثلاً آپریشن میں مرد ڈاکٹروں کا خاتون کے رحم تک امشاج کو پہنچانے کے لئے خاتون کی شرمگاہ کو دیکھنا،

چھونا اور اس طرح کے دیگر معاملات حرمت کے زمرے میں آتے ہیں، قرآنِ کریم نے کہا ہے:

"قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يَّغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ"

کہ مؤمن مردوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔

جبکہ ایسے کسی آپریشن میں نہ غضِ بصر ہوسکتا ہے نہ عدم لمس۔ اور نہ ستر نہ حفظِ فروجِ خواتین۔

۲۔ نکاح میں ایک مسلم مرد ایک مسلم خاتون کے بضع کا مالک بن جاتا ہے اور رحم بضع کے تابع ہے اسی لئے بضع کا مالک رحم کا مالک ہوتا ہے۔ مگر متبادل ماں اور کرائے کے رحم کی صورت میں جب کوئی خاتون کسی اجنبی مرد کو اپنا رحم کرائے پر دیں گی تو گویا بضع کا مالک بنائیں گی، اور اس طرح کا عقد جس میں بغیر نکاحِ شرعی کے کوئی عورت کسی اجنبی مرد کو اپنے بضع و رحم کا مالک بنادے جائز نہیں ہوسکتا۔

شریعت اسلامی کا یہ اصول نہیں کہ پہلے فساد کو پھیل لینے دیا جائے اور پھر اس کا علاج کیا جائے بلکہ اسلام تو سدِ ذرائع کا حکم دیتا ہے یعنی ان راستوں کو ہی بند کر دینے کا جو کسی غیر فطری غیر شرعی امر کا باعث بن سکتے ہوں۔ چنانچہ حفظِ نسل و حفظِ نسب کی خاطر زنا کی تمام صورتوں کو حرام قرار دے کر وہ راستہ ہی بند کر دیا جس سے یہ دو مقصد فوت ہوتے ہیں۔ اب اگر کوئی نقب زنی کی کوشش کرتے ہوئے یوں راہ نکالے کہ زنا بھی نہ ہو اور اولاد بھی مل جائے تو اس سے اگرچہ اصطلاحی زنا تو نہیں ہوگا۔ حفظِ نسب و نسل کا مقصد جس کی خاطر زنا کو حرام قرار دیا گیا فوت ہو جائے گا، لہٰذا اس نقب زنی کے عمل کو بھی سد ذرائع کے تحت لاتے ہوئے حرام قرار دینا ضروری ہے۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ تاجیر ارحام کا جواز بر بنائے قیاس قرآن وسنت سے ثابت ہے کہ قرآن وسنت نے بچوں کو ان کی ماؤں کے علاوہ دیگر خواتین کا اجرت پر دودھ پلانا جائز رکھا ہے جیسا کہ قرآنِ کریم میں ہے:

فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ج وَاْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ج وَاِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗ اُخْرٰى ○ (الطلاق: ٦)

کہ ...... اگر وہ تمہارے لئے بچے کو دودھ پلائیں تو انہیں ان کی اجرت دو اور آپس میں دستور کے مطابق مشورہ کرو، اور اگر تم باہم دشواری محسوس کرو

تو اب اسے (کوئی) دوسری عورت دودھ پلائے۔

نیز قرآنِ کریم میں ہے:

وَ اُمَّهَاتُكُمُ الّٰتِیْ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ (النساء:۲۳)

(یعنی: تمہاری رضاعی مائیں اور تمہارے رضاعی بھائی)

اور حدیث شریف میں ہے:

یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب

یعنی جو چیز نسب سے حرام قرار پاتی ہے وہ رضاعت سے بھی حرام قرار پائے گی۔

ان دلائل کی بناء پر کسی عورت کو دودھ پلانے کے لئے اجرت پر مقرر کرنا جائز ہے تو قیاس کرتے ہوئے رحم کو بھی کرائے پر حاصل کرنا جائز ہونا چاہئے۔ مگر یہ قیاس مع الفارق ہے۔ کیونکہ دودھ پلانے کا عمل ایک خارجی عمل ہے جو کسی قباحت کا باعث نہیں بنتا اور دودھ پینے والا بچہ دودھ پلانے والی عورت سے کسی بھی وقت الگ کیا جا سکتا ہے اور اس کی ضرورت کسی اور ذریعہ سے بھی پوری کی جا سکتی ہے۔ مگر وہ بچہ جو جنین ہے اور رحم مادر میں ہے اسے وہاں سے کسی بھی وقت الگ کرنا اسے ہلاک کرنا ہے۔ وہ اس عورت کے رحم میں ایک بار قرار پکڑنے کے بعد اس کا محتاج ہے، اسے اسی کے رحم میں غذا کی ضرورت بھی ہے اور نشو ونما کی بھی۔

نیز شرعی عقود میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ جانبین میں سے کسی کو ضرر نہ پہنچے اور کوئی صورتِ نزاع پیدا نہ ہو، اسی لئے ایسے عقود کو شریعت نے عقد صحیح قرار نہیں دیا جن کی شرائط میں کوئی شرط ایسی ہو جو متعاقدین کے مابین نزاع کا باعث بن سکتی ہو یا ضرر کا سبب۔ تاجیر رحم میں جو عقد ایک جوڑے کا دوسرے جوڑے یا دوسری عورت سے طے پائے گا اس میں ضرر اور نزاع کا پہلو بڑا واضح ہے کہ دوسری عورت کسی بھی وقت اس جنین کا اخراج کرادے یا ایسی دوا استعمال کرلے جس سے اسقاطِ حمل واقع ہو جائے یا استقرارِ حمل سے قبل ہی دوسرے میاں بیوی جماع کر کے اپنا امشاج رحم میں پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں۔ ان تمام صورتوں میں بچہ حاصل کرنے کے خواہش مند میاں بیوی اور کرائے پر اپنا رحم پیش کرنی والی عورت کے مابین لازمی نزاع پیدا ہوگا اور ضرر بھی پہنچے گا۔ چنانچہ اس اعتبار سے بھی یہ معاملہ عقد جائز نہ ہوگا۔

ڈاکٹر ابوالسرور ڈین فیکلٹی آف میڈیسن جامعہ ازہر نے ایک ایسا کیس پیش کیا ہے جس میں برطانیہ میں ایک خاتون کا رحم کرائے پر حاصل کیا گیا اور بیس ہزار پاؤنڈ کرایہ طے پایا۔ نو ماہ کا معاہدہ تھا مدت پوری ہونے پر خاتون نے مطالبہ کر دیا کہ وہ بچے کی ماں ہے اور وہ اپنے اس حق سے دستبردار نہیں ہوگی الا یہ کہ اسے چالیس ہزار پاؤنڈ مزید ادا کئے جائیں۔

یہ اور اس طرح کے دیگر پیچیدہ مسائل تاجیر ارحام کے جواز سے پیدا ہوں گے، چنانچہ اقرب الی الصواب بات یہی ہوگی کہ تاجیر ارحام کی حرمت قائم رکھی جائے اور جواز کا راستہ دیگر بہت سی قباحتوں کو روکنے اور بذاتِ خود قبیح عمل ہونے کی بناء پر بند رکھا جائے۔

لادینیت میں جو کام بھی لوگوں کی نیت وارادہ میں ہو اس کا کرنا ان کے ہاں درست بلکہ ان کا حق قرار پاتا ہے جبکہ دینداری بالخصوص اسلام جیسے پاکیزہ و نفیس دین میں ایسی آزادی نہیں۔

۳ر اکتوبر ۱۹۸۷ء کے اخبارات میں ایک خبر AFP کے حوالہ سے شائع ہوئی تھی کہ جنوبی افریقہ کے شہر جوہانسبرگ میں ایک خاتون نے اولاد کی خواہش کے پیش نظر اپنی ماں سے یہ درخواست کی کہ وہ اپنا رحم پیش کرے۔ چنانچہ میاں بیوی کے جرثوموں کا آمیزہ اولاد کی خواہش مند خاتون کی والدہ کے رحم میں منتقل کیا گیا اور اس خاتون نے تین جڑواں بچوں (دو لڑکوں اور ایک لڑکی) کو جنم دیا۔ اپنی بانجھ بیٹی کی خواہش اولاد کی تکمیل کی خاطر جس خاتون نے اپنی خدماتِ رحم پیش کیں گویا اس کے رحم میں داماد اور بیٹی کا مادۂ تولید منتقل کیا گیا اور یوں اس نے اپنے ہی ۲ نواسوں اور ایک نواسی کو جنم دیا۔ کیا کوئی غیرت مند مسلم خاتون یہ برداشت کریں گی کہ وہ اپنے داماد کے ماءِ غلیظ کو اپنے بدن میں منتقل کرنے کی اجازت دیں؟ یہ معاملہ تو حیاء کے اعتبار سے بھی انتہائی گرا ہوا ہے، مگر مستقبل میں یورپ یہی کرنے جا رہا ہے کہ اسلام کے قائم کردہ فیملی سسٹم کو کسی بھی طرح تباہ کیا جائے اور حیاء وعفت کو ختم اور اخلاقی اقدار کو موت کی نیند سلا دیا جائے۔ (**فاعتبروا یا اولی الابصار**)

ہمارے خیال میں سائنسی ترقی لازم وضروری ہے مگر ترقی کے اس شتر بے مہار کو اخلاقی قواعد وضوابط کی نکیل ڈال کر قابو میں رکھنا بھی انتہائی اہم ہے۔

مذکورہ مسئلہ میں ممکن ہے اہل علم راقم کی رائے سے اختلاف کریں اگر ایسا ہو تو متبادل موقف اپنے دلائل کے ساتھ پیش فرمائیں تاکہ اس فقہی مسئلہ پر گفتگو (Bebate) کو مزید آگے بڑھایا جا سکے اور عصر جدید کے دیگر مسائل کی طرح اس مسئلہ پر بھی صحیح فقہی موقف نکھر کر سامنے آ سکے۔